مدحِ ابنِ پیغمبر

۱۳۵۹ھ

یعنی

سراپائے امامِ انام جنابِ حسین علیہ السلام

بہ طرزِ مسدس

از

مجتہد الدین احمد عیش بدایونی

باہتمام منشی امیر احمد قادری پرنٹر مطبوعہ امیر الاقبال پریس
بدایوں

قیمت ۸/

التماس

ہندوستان کے تمام مسلمان اعلیٰ حضرت قدر قدرت ظل اللہ تاجدار دکن کی ذات مبارک کے ساتھ جو گہری عقیدت رکھتے ہیں وہ محتاج اظہار نہیں اسی طرح ریاست ابد مدت حیدرآباد دکن مسلمانان ہند کا واحد مرکز ہے ہندوستان کے تمام خادمان علم و ادب کی ہمت افزائیاں اسی ایک مرکز ہمت سے وابستہ ہیں جس کی وجہ سے عالم اسلامی میں اپنی خدمات کے لحاظ سے مملکت حیدرآباد ممتاز درجہ رکھتی ہے۔ اس فقیر دعا گو نے جس وقت شہنشاہ نامہ اسلام (مغازی رسول) شائع کیا ۱۳۵۴ھ اس وقت حضرت حامی ملت عارف علوم شریعت و طریقت عاشق رسول کبیر مولانا الحاج مولوی شاہ محمد عبد القدیر صاحب مدظلہ مفتی عدالت العالیہ حیدرآباد کی تحریک و سعی سے عالیجناب سراپا لطف و کرم جناب نواب صاحب ناظم امور مذہبی دام اقبالہ نے پچاس جلدیں امور مذہبی کے لیے منظور فرمائیں فالحمد للہ و جزاہم اللہ (اس شہنشاہ نامہ کا دوسرا حصہ بھی تیار ہے جو عنقریب شائع ہوگا) کتاب زیر ملاحظہ میں عشق و عقیدت اہلبیت کرام صلوٰۃ اللہ علیہم کے مختصر جذبات بطرز مسدس نظم کئے گئے ہیں۔

فقیر کی تمنا ہے کہ علاوہ محکمہ امور مذہبی کے ہمدرد خلائق ہیرۂ العزیز صاحب جود و کرم والا ہمم عالی جناب نواب زین یار جنگ بہادر صدر المہام و عالی جناب ماہر فن قدر دان اہل سخن نواب ہوش یار جنگ بلگرامی نظر خاص سے ممتاز فرما کر ممنون فرمائیں۔ والسلام۔

دعا گو فقیر محمد شہید الدین احمد عیش بدایونی از کمترین تلامذہ حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہاں مرے ساقیِ گلفام بہت دیر ہوئی کب سے حاضر ہیں مے آشام بہت دیر ہوئی

لکھ ہی لے ابتو مرا نام بہت دیر ہوئی لا ہی دے جا کے کوئی جام بہت دیر ہوئی

وجہ اسکی یہ ہے جو اتنا تقاضائی ہوں

کہ میں اک خادمِ خُم خانہ مینائی ہوں

برف باری سے ہیں گلشن کی فضائیں ٹھنڈی یخ کی صورت ہیں مکانوں کی بنائیں ٹھنڈی

موسمِ سرد ہے چلتی ہیں ہوائیں ٹھنڈی گرم جو تھیں وہ ہوئیں ساری دوائیں ٹھنڈی

فصل جاڑے کی ہے کچھ مجھکو قرار آ جائے

گرم گرم اتنی پلا دے کہ بخار آ جائے

اپنے مطلب ہی کا ہوں اور نہ شناسائی لوں چھانٹ کے دیکھ کے جامِ مےِ مینائی لوں

اپنے تئیں بھی کام اپنا بہ دانائی لوں طاق سے شیشہ اٹھا لوں جو میں انگڑائی لوں

اور پیمانوں سے اونچا مرا پیمانہ نہ ہو

آسماں پایہ الٰہی ترا میخانہ نہ ہو

آج وہ رنگ ہو ساقی ترے میخانے کا جو یہاں آئے وہ پھر نام نہ لے جانے کا

ہوں تو سائل میں مگر ایک ہی پیمانے کا لا پلا دے کہ ہے یہ وقت ہوا کھانے کا

کوئی جامِ مےِ گلرنگ مرے ہاتھ میں ہو

سیر کو اٹھوں تو شیشے کی پری ساتھ میں ہو

ساقیا آج کسی شیشے سے ایسی ڈھلکے کہ ہوں کافی مجھے دو چھینٹے بھی ہلکے ہلکے

تو نے پھر آج بلایا تو میں آیا چل کے کچھ خبر ہے تجھے کچھ یاد ہیں وعدے کل کے

اب بھی انکار رہو ساقی تو کچھ اصرار نہیں

مے نہیں کوئی دوا میں کوئی بیمار نہیں

ساقیا آج وہ مے مجھ کو عنایت ہو جائے تازگی آج کو ہو قلب منور ہو جائے

ایسی خوشبو ہو دماغ ایسا معطر ہو جائے کہ نہ پینا بھی مجھے پینے کی برابر ہو جائے

آنکھ بھی میری جو لڑ جائے گی پیمانے سے

جھومتا جاؤنگا ساقی ترے میخانے سے

یہ تو مانا کہ ترے گھر سے محبت ہے مجھے اُنس تجھ سے ترے میخانے سے اُلفت ہے مجھے

یہ بھی کہنے کی مگر تجھ سے ضرورت ہے مجھے ہاں جو بخشش تو عبادت کی بھی عادت ہے مجھے

میں نے پی لی تو نہ پھر روکے سے رک جاؤنگا

سجدہ کرنے کو ترے پاؤں پہ جھک جاؤنگا

ترے میخانے میں سامان طرب کم کیا ہے سامنے اس کے مسرت کدہ جم کیا ہے

میں جو ہوں مفلس و نادار تو ماتم کیا ہے تو سلامت ہے جو ساقی تو مجھے غم کیا ہے

کچھ نہیں یوں تو مرے پاس مگر سب کچھ ہے

میں ترے گھر ہوں تو ساقی مرے گھر سب کچھ ہے

فاتح و ناصر و منصور و مظفر ہے حسینؓ — مہدی و مہتدی و ہادی و رہبر ہے حسینؓ

بزم عالم کے لئے شمع منور ہے حسینؓ — عکس آئینۂ رخسار پیمبر ہے حسینؓ

مشعل راہ خدا تھا قد بالا اس کا

آج تک بزم جہاں میں ہے اجالا اس کا

بندۂ خاص ہے آقائے دو عالم ہے حسینؓ — ہمہ تن مرضیٔ رب صبر مجسم ہے حسینؓ

اشرف خلق خدا افضل و اکرم ہے حسینؓ — راکب دوش پیمبر ہے معظم ہے حسینؓ

کل جو تھا اوج وہی آج ہے کیا کہنا ہے

خلعت صاحب معراج ہے کیا کہنا ہے

دافع رنج و بلا شافع محشر ہے حسینؓ — ابن زہرا پسر ساقی کوثر ہے حسینؓ

باغ عرفان الٰہی کا گل تر ہے حسینؓ — چمن سرّ نبوت کا صنوبر ہے حسینؓ

حسن قد و صف سراپا میں لکھوں وہ کم ہے

ایک آئینۂ توحید قد آدم ہے

سرو کہنا قد بے مثل کو نازیبا ہے — لکھئے شمشاد جناں تو بھی یہ لکھنا کیا ہے

الف الحمد کا لکھوں مرا دل کہتا ہے — حرف اوّل ہے وہ قرآں کا بہت اچھا ہے

فکر مدحت میں عبث ذہن رسا خیرا ہے

یہ نہ کہدوں الف آیۂ تطہیرا ہے

قامت سبط پیمبر کی صفت کیا لکھئے — لوگ کہہ دینگے یہ کچھ بھی نہیں چھوٹا لکھئے
ذہن قاصر ہو تو ہو کم سے کم اتنا لکھئے — دین قائم اسی قد سے ہے یہ فقرا لکھئے

سجدہ واجب ہوا گر سہو یہ قامت ہو جائے
بھولیں سجدے میں جو یہ قد تو قیامت ہو جائے

ہو کے اب سر بسجود لے قلم پاک سرشت — لکھ ثنائے سر سردار جوانان بہشت
طے ہوا خوبی سے یہ معرکۂ خواند و نوشت — سر کی اک دھوم ہو سر منزل تا سرحد بہشت

سر کے بل راہ ثنائے سر سرور میں چلیں
پھر صلہ لینے کو سرکار پیمبر میں چلیں

سر ہے یا معرفت رب کا خزینہ کوئی — جس میں ہے سر حقیقت کا دفینہ کوئی
خاتم ختم رسالت کا نگینہ کوئی — یا دُرِ تاج شہنشاہ مدینہ کوئی

اُس کی توصیف و صفت کس سے بآسانی ہو
بوسہ گاہِ شہ کونین جو پیشانی ہو

گوہر قلزم مواج شہادت ہے یہ سر — تاج یکتائے سر یمن و سعادت ہے یہ سر
گلِ زیبائے گلستانِ سیادت ہے یہ سر — زینت زانوے آغوش عبادت ہے یہ سر

اس سر پاک کی مدحت کوئی کیا لکھ پائے
نذر ہونے کو جو سرکار خدا میں جائے

مو بمو صورتِ کاکل تو بیاں کیا ہو گی — اس کی توصیف کے قابل تو زباں کیا ہو گی

ہی جو بات اس میں وہ خامہ سے عیاں کیا ہو گی — ہے یہ مشکل تو سیاہی بھی رواں کیا ہو گی

اسکو تو اور بھی یہ خشک بنا دیتی ہے

اسکی خوشبو کی صفت مشک بنا دیتی ہے

وصف گیسو سے نکلنے کی کوئی راہ بھی ہے — لکھیں کیا خاک کہ مضموں کوئی دلخواہ بھی ہے

پاس زلفوں کے جو روئے شہ ذیجاہ بھی ہے — ہے تماشا کہ شب تار بھی ہے ماہ بھی ہے

دیکھنا غور سے صورت کوئی دیگر تو نہیں

سایۂ ابر میں خورشید منور تو نہیں

دوش ہائے شہ دیں پر نہیں گیسو یکسر — رات معراج کی ہے نصف ادہر نصف اُدہر

دیکھ کر سر پہ وہ گیسو یہ گماں بھی ہے مگر — کہ ہے چھائی ہوئی رحمت کی گھٹا کعبے پر

کہیں ظلّ کرم تا تمنا ہی تو نہ ہو

سایۂ قامتِ محبوب الٰہی تو نہ ہو

رخ و گیسو پہ نظر کی تو ہوا میں ششدر — نکلا تھا جیب شب تار سے بیضائے سحر

زلف و روئے شہ والا کی ثنا ہو کیونکر — بس یہی فکر ہے جو رہتی ہے شب بھر دن بھر

دیکھیے یہ بھی جو تشبیہ تو حاصل کیا ہے

کیا شب قدر یہاں اور مہ کامل کیا ہے

مدحت کاکل مشکیں سے ہوا کچھ جو فراغ — وصف رخ میں صفت لالہ میں کھانے لگا داغ

کر کے زلفوں کو تجلیات کے تحفے ابلاغ — جھلملانے لگا مداح کے بالیں کا چراغ

وصف گیسو وہ کیا شب میں جو کچھ بن آیا
صبح چمکی تو خیال رخ روشن آیا

رخ روشن کی صفائی ہے کہ قرآن کا نور — یعنی پاک ہے اس رخ پہ کہ شمع سر طور

شان حسن ابرو کی ایسی ہے چشم بد دور — لوح محفوظ پہ ہوں جیسے کہ قرآں کی سطور

آنکھوں کو دیکھ کے لب پر یہ سخن آئے ہیں
سورۂ صاد کے دو عکس اتروائے ہیں

ہر دم چشم کہ بخشش کے سہارے دو ہیں — خلد میں یا کوئی اللہ کے پیارے دو ہیں

یا ملک سجدوں میں کوثر کے کنارے دو ہیں — یا سر چرخ نبوت پہ ستارے دو ہیں

شش جہت میں نہ کہیں بھی تو اجالا ہوتا
یہ نہ ہوتے تو زمانہ تہ و بالا ہوتا

مدحت گوش جگر گوشۂ محبوب خدا — میں سناتا ہوں ذرا کان لگا کر سننا

گوش زد ہو تو چکا ہوگا یہ وصف زیبا — کان کی بات نہیں شہرہ ہے ہر سو ان کا

پھول ہیں اس لئے کھلتے ہیں کہ شہرت ہو جائے
تھوڑی سی گوش مبارک کی شباہت ہو جائے

صدف گوہر دریائے سعادت ہیں یہ گوش — مصحف نور ہی رخ آیۂ رحمت ہیں یہ گوش
ماہ ومہر فلک رشد وہدایت ہیں یہ گوش — جوہر آئینۂ حسن سماعت ہیں یہ گوش

ہے جو در پردہ وہ ہے راز انھیں کانوں میں
آتی ہے غیب کی آواز انھیں کانوں میں

لب کو اوصاف میں کھلنے نہیں لب کیا کہیے — فکر بیحد ہے تردد ہے عجب کیا کہیے
بات کرنے کا نہیں ہے کوئی ڈھب کیا کہیے — ایسی مشکل ہے جو درپیش تو اب کیا کہیے

لایق فہم نہ کچھ قابل ادراک کہا
لب رنگیں کو کہا لعل تو کیا خاک کہا

اپنی اپنی سعی تو مخلوق میں کہتے سب ہیں — مگر ان باتوں کو ہم ماننے والے کب ہیں
اپنے دل میں جو ہیں وہ اور ہی کچھ مطلب ہیں — آیا شکوہ نہ کبھی جن پہ یہ لب وہ لب ہیں

خلق میں صبر کا ان ہونٹوں سے جب نام چلے
ان کی تعریف میں بے صبری سے کیا کام چلے

دونوں لب ہائے مبارک کی ثنا ہے مشکل — لب کو تر انھیں کہنے کو نہیں چاہتا دل
یہ تو مانا کہ ہے دشوار مدیح کامل — لیکن اتنا تو کہونگا میں بطور سائل

دین و دنیا میں غریبوں کے سہارے دونوں
قلزم بخشش رب کے ہیں کنارے دونوں

وصفِ دنداں میں کوئی بات نکلتی ہی نہیں — ہے خموش ایسی زباں میری کہ کھلتی ہی نہیں
طبع کو تھم کے سنبھالے سے سنبھلتی ہی نہیں — کیا کروں ہائے یہ مشکل مری ٹلتی ہی نہیں

رہ گیا ہے مجھے اس فکر میں سکتا ہو کر
گوہرِ نظم ہے گم بیضۂ عنقا ہو کر

مسکرائے تھے جو اک شب کو حبیبِ باری — وہ زمیں نور سے معمور ہوئی تھی ساری
کیا عجب جلوہ تھا اس میں بھی وہی ہو طاری — کہ ہے ان دانتوں کی اُن دانتوں سے رشتہ داری

دودھ کے دانت نہیں ہیں درِ شہوار تو ہیں
شیرینیِ شہِ کونین کے انوار تو ہیں

جی میں آتا ہے کہ ان دانتوں کو انجم کہیے — یا چمکتی ہوئی اک برقِ تبسم کہیے
یا صدفِ نوریِ دُربارِ تکلم کہیے — ذہن کہتا ہے کہ ان سب کو توہم کہیے

دہنِ شہ نے نہ دانتوں کو چھپا رکھا ہے
طاق میں کعبے کے قرآن بندھا رکھا ہے

ریشِ پُر نور کی توصیف و ثنا کا ہے خیال — ہاتھ آتی نہیں لیکن کوئی عمدہ سی مثال
دیکھ کر ریش کو اس رخ پہ یہ کہیے فی الحال — جلوہ گاہِ شہِ کونین میں حاضر ہیں بلال

یا کوئی آنکھ ہے وا اس میں سرِ خواب بھی ہے
یا شبِ قدر کی آغوش میں مہتاب بھی ہے

ریش پر نور کی توصیف رقم ہو کیونکر — دیکھئے عہدہ برا اس سے قلم ہو کیونکر
سخت تشویش میں ہوں فکر یہ کم ہو کیونکر — ربط نور اور سیاہی کا بہم ہو کیونکر
خیر کچھ وصف رقم کرنے میں مجمل اسکا
طور کی شمع ہے رخ ریش ہی کاجل اسکا

اس کا کیا وصف لکھوں مضطر و حیراں ہوں میں — مدح گردن کے لئے سر بہ گریباں ہوں میں
لاکھ درماندہ و مجبور و پریشاں ہوں میں — کچھ تو لکھنا ہی پڑے گا کہ ثنا خواں ہوں میں
بن پڑا کچھ بھی تو سمجھوں گا سبکدوش ہوا
یعنی میں شاہد مطلب سے ہم آغوش ہوا

ذہن مداح نے اک شور مچا رکھا ہے — مجھ سے کہتا ہے کہ دیکھو تو یہ کیا رکھا ہے
اس کے نظارے نے بیہوش بنا رکھا ہے — کیا شئے شرع کا اک جام بھرا رکھا ہے
یا صراحی ہے جو قلقل پہ بلا لاتی ہے
یعنی جب جھکتی ہے حق حق کی صدا آتی ہے

سینۂ پاک ہے یا صفحۂ قرآن حکیم — جس میں ایماں کے تحفظ کی ہیں آیات کریم
اپنے طرح پئے امت ہے یہ اکرام عظیم — متعلم ہیں حسینؑ اور نبی کی تعلیم
کر دیا علم لدنی کا خزینہ سینہ
علم وہ علم ہے بس اور یہ سینہ سینہ

ذہن نے گرچہ بہ تاکید و باصرار کہا   آئینہ کہئے مگر ہم نے نہ زنہار کہا

آئے کہنے پہ تو مضمون طرحدار کہا   یعنی لختِ جگرِ سینۂ ابرار کہا

ہم سے اس سینے کی تعریف بھلا کیا ہوتی

اور ہوتی بھی تو پھر اسکے سوا کیا ہوتی

دست و بازوئے شہِ عقدہ کشا تو دیکھو   قوت و زور جو ہے ان میں ذرا تو دیکھو

اس میں کچھ لکھنے کو خامے کو اٹھا تو دیکھو   اُن کی توصیف کے میدان میں آ تو دیکھو

ہاتھ شل ہو نہ رہے قوتِ بازو باقی

اور رہیں سیکڑوں تحریر کے پہلو باقی

ہاتھ کی عقدہ کشائی ہے جہاں میں مشہور   زور بازو کی صفت سے ہے زمانہ معمور

چاہے کتنے ہی ہوں مجبور و ضعیف و مجبور   کچھ مگر لکھتے ہیں یہ ہے شعرا کا دستور

مدح گویوں میں ذرا نام کئے جاتے ہیں

دسترس ہو کہ نہ ہو کام کئے جاتے ہیں

دست و بازو کی ثنا کوئی بشر لکھ نہ سکے   چاہے کتنی ہی کرے سعی مگر لکھ نہ سکے

اپنی بے مائیگی پہ کر کے نظر لکھ نہ سکے   لکھ لے اک بار تو پھر بارِ دگر لکھ نہ سکے

ہوش قایم نہ رہیں خوف کچھ ایسا ہو جائے

تھرتھرائے قلم اور ہاتھ بھی رعشہ ہو جائے

دست فاسق پہ نہ پہنچے بیعت یہ ہاتھ — توڑ کر پھینک گئے قفل ضلالت یہ ہاتھ
ہیں ید اللہ سے پاس ہوئے قوت یہ ہاتھ — سر پہ امت کے ہیں تا روز قیامت یہ ہاتھ

دل چو سوخت دست بر آوار رود
قلم از دست رود دست من از کار رود

ہیں وہ پنجے مثل با مداد اچھالی ناخن — کہ ہیں مقبول خدائے تعالی ناخن
رکھتے ہیں اتنی کچھ اسد حیدر یہ عالی ناخن — ترشیں تو چرخ پہ چڑھ جائیں ہلالی ناخن

حشر تک کو اسی خوبی سے قرابت ہوگی
پنجۂ مہر جہاں تاب کی زینت ہو جائے

کیا کروں کیا نہ کروں آج عجب فکر میں ہوں — ہاتھ آتا ہی نہیں وصف خدا کا مضموں
حل معمہ ہو یہ کس طرح ہیں کس سے پوچھوں — کہ ید پاک کو معدوم کہوں یا نہ کہوں

یہ تامل ہے کہ ہاتھوں میں اثر کیا ہوگا
کہا معدوم تو پھر وصف مگر کیا ہوگا

اور موجود جو کہتا ہوں تو یہ دقت ہے — نظر آتی نہیں آنکھوں کو بڑی حیرت ہے
یہ عجب مشکل ہے درپیش عجب صورت ہے — وہ نظر کیا آئے بس اللہ کی اک قدرت ہے

ہاں مگر یہ کبھی آئے جو تو سمجھا مجھ کو
ہوش کس کی طرح کرے وصف مگر تم مجھ کو

کافر کا تو یہ اشارہ ہے کہ رو وصف کمر — رکے مگر روکتی ہے راہ مری رہ رہ کر

پیچ میں یہ ہے اور اسکا ہے مضمون دگر — پیش مشکل جو ہوئی اس سے وہ حل ہو کیونکر

اس کا مطلب یہی کہ موجود نہ معدوم کہو

بیچ کی بات یہ اچھی ہے کہ موہوم کہو

صفت پائے مبارک کا ارادہ اب ہے — پہلے سے دل میں جو تھا اس کا اعادہ اب ہے

ختم ہونے کو جو یہ مدح کا جادہ اب ہے — پہلے جو فکر تھی اس سے بھی زیادہ اب ہے

شوق یہ بھی ہے کسی شعر میں اہمال نہ ہو

اور مضمون جو ہاتھ آئے وہ پامال نہ ہو

وصف پا لکھنے کو ہوتا ہے قلم سر بسجود — ہے صریر اس کی کہ آواز تحیات درود

جب کھڑے ہوں یہ قدم بہر نماز معبود — درمیاں میں جو زمیں ہو وہ ہو جائے محمود

گامزن شام و سحر راہ شریعت میں رہیں

سر بھی کٹ جائے تو یہ پاؤں عبادت میں رہیں

دوش پر سرور کونین کے پہنچے ہیں یہ پاؤں — نور کے پتلے ہیں رحمت کے کھلونے ہیں یہ پاؤں

واہ کس اوج پہ ہیں کس قدر اونچے ہیں یہ پاؤں — آج تک قدسیوں کی آنکھوں میں پھرتے ہیں یہ پاؤں

پیک بخشش نہ چلے ساتھ جو یہ پاؤں نہ ہوں

راہ جنت نہ لگے ہاتھ جو یہ پاؤں نہ ہوں

تھا رہ صبر میں اس پاؤں کا جو استقلال
آج تک اسکی نہ پیدا ہوئی دنیا میں مثال
کف پا اُن کے ہیں یا آئینہ حسن کمال
یا ہیں اک چاند کے دو ٹکڑے یہ کہیے فی الحال
فرش پر نقش جو پائے شہ مقبول سے ہیں
دامن حور میں فردوس کے دو پھول سے ہیں

نہیں مشکل سے رہ وصف سراپا تو کٹی
منقبت ان کی ہو اب اسپہ طبیعت ہے ہٹی
یہ تو سچ ہے کہ ہر فکر دل کی تو کچھ بھیڑ چھٹی
ساتھ ہی اس کے مگر لکھنے کی طاقت بھی گھٹی
عمر آخر ہوئی اب تاب زبانی کیسی
عہد پیری میں طبیعت کی جوانی کیسی

وصف پھر اسکا جو ہے باغ شہادت کا گل
پسر فاطمہ زہرا خلف ختم رسل
ہادی اہل جہاں خضر طرق شمع سبل
حامی و یار وحید ضعفا ناصر کل
ہے رضوا عنہ کے عالم کا شہنشاہ حسین
مرضی اللہ کا مصداق ہے واللہ حسین

جسم ہے دین تو جان اسکی حسین ابن علی
لعل ہے دین تو کان اس کی حسین ابن علی
بزم ہے دین تو شان اس کی حسین ابن علی
حسن ہے دین تو آن اس کی حسین ابن علی
باغ انوار رسالت کا گل تر ہے حسین
بحر مواج شجاعت کا شناور ہے حسین

وہ نہ ہوتا تو زمانے میں اندھیرا ہوتا ظلمت کفر نے اسلام کو گھیرا ہوتا

لے کے نور اس طرف اسکا جو نہ پھیرا ہوتا شام میں مشعل ایماں کا سویرا ہوتا

اپنے اعزاز کو اکرام کو مٹنے نہ دیا

مٹ گیا خود مگر اسلام کو مٹنے نہ دیا

ذات پاک اسکی ہوئی باعث احیائے دیں اس سے بڑھ کر نہ ہوا کوئی شناسائے دیں

وہ تھا اک عامل دیں عالم یکتائے دیں ہاں وہ ایمان کا ملجا تھا وہ ماوائے دیں

ڈٹ گیا راہ محبت میں اکیلا ہو کر

سر کیا معرکۂ عشق کو تنہا ہو کر

وہ جب آیا تو ہوئی رونق بزم گیتی اس سے شاداب ہوئی ہستی دیں کی کھیتی

سبق اسلام کا دنیا جو نہ اس سے لیتی جہل و بدعت کی بلا چین نہ لینے دیتی

سلطنت پر تھا جو ایماں کی اجارہ اسکا

لاکھ پر بھاری تھا صرف ایک اشارہ اسکا

پرورش جس کی ہوئی ہو لب زہرا سے سچ تو یہ ہے کہ صفت اسکی کوئی کیا لکھے

جد امجد ہوں شہنشاہ دو عالم جس کے مدح اس ذات کی کیا حصر بیاں میں آئے

وہ پسر سامنے گھر جس نے کہ لٹوایا ہے

وہ پدر لحمک لحمی جنہیں فرمایا ہے

نہیں دیکھی تو سنی ہوگی شجاعت اسکی　　درج تاریخ ہے ایک ایک حکایت اسکی

جزو ایمان مسلمان ہے محبت اس کی　　جادۂ منزل ایقان ہے شہادت اسکی

کربلا میں وہ ہوئی اسکی عیاں پامردی

صِبْغَۃَ اللہ کی تفسیر لہو سے کردی

کیا عدو اس شہ کونہیں پہ قابو پاتے　　چاہتا وہ تو اُسی وقت فنا ہوجاتے

اس کے اعدا کو شرارت کا مزہ دکھلاتے　　حکم دیتا تو ملک اُس کی مدد کو آتے

وہ تو قصہ ہی تھا اور ہی کچھ مطلب تھا

سر فدا کرنا تھا منظور اسے لڑنا کب تھا

کیا مشیت تھی خدا جانے تھا اسمیں کیا راز　　ورنہ مقتول ہو یوں ابن شہنشاہ حجاز

جس کے خدام و غلام اہل جہاں میں ممتاز　　وہ کرے جنگ کے میدان میں تنہا تگ و تاز

باہر اس کی کہیں خشکی سے زباں آجاتی

چاہتا وہ تو وہیں نہر جناں آجاتی

ہو تو مخلوق کا حاجات روا ایسا ہو　　حل مشکل کے لیے عقدہ کشا ایسا ہو

ذی کرم صاحب جود اہل عطا ایسا ہو　　عام ہے جس کا کرم خاص خدا ایسا ہو

خوف اللہ کی اک شرح مفصل ہے حسین

خَشِیَ رَبَّہٗ کی تفسیر مکمل ہے حسین

خون میں جس کے لعاب دہن حضرت ہو جس کا حسن رخ پاک آئینۂ رحمت ہو
شبیر حق باپ ہو ماں بنت شہ امت ہو اس کی توصیف کی کیا شکل ہو کیا صورت ہو

کیا چلے خامہ جو مضموں کی آمد ہی نہ ہو
کیا لکھیں وصف جب اوصاف کی کچھ حد ہی نہ ہو

ضیغم بیشۂ تسلیم و قناعت ہے حسین جوہر آئینۂ زہد و عبادت ہے حسین
ایک ہی گوہر دریائے کرامت ہے حسین بہر مخلوق خدا آیۂ رحمت ہے حسین

یوں تو تصویر ہے عام اسکی ہر اک سینے میں
خاص ہے آیۂ تطہیر کے آئینے میں

سرخیٔ نوری قرآن شہادت ہے حسین سر مصحف ہے حسین آیۂ رحمت ہے حسین
ہیں نبی نور خدا نور نبوت ہے حسین وارث مسند سلطان رسالت ہے حسین

کس جگہ ذکر نہیں اس کا نہیں یاد اس کی
بزم ہستی ہی کہ ہے محفل ارشاد اس کی

اس پہ تا حشر ہیں افضال جناب باری اس کی اولاد سے معمور ہے دنیا ساری.
اس کی درگاہ سے وہ بحر کرم ہے جاری جس کی تفصیل کے لکھنے سے قلم ہے عاری

نام دنیا میں رہا تادم محشر اس کا
گھر لٹایا تو ہر اک دل میں ہوا گھر اس کا

کوئی کیا سمجھے کہ یہ رمز محبت کیا تھا
کہ سرور اسکو جہاں سے دم رخصت کیا تھا
تو یہ تو یہ وہ کہیں وقف مصیبت کیا تھا
عید کا دن تھا اسے روز شہادت کیا تھا

اُس زمیں پر گل مقصود تھا کھلنے کیلئے
کربلا میں اُسے بلوایا تھا ملنے کے لیے

اُس کی توصیف و ثنا کرتے ہیں دنیا والے
اُس کے مداح ہیں سب عالم بالا والے
اُس کے خدام ہیں ہیں خلد معلا والے
اُس کا موتہ تکتے ہیں تسبیح و مصلا والے

اس کا رتبہ ہے بڑا قدر بہت عالی ہے
اولیا جتنے ہیں ان سب کا وہی والی ہے

عیشؔ وصف شہ والا کی نہیں ہے کوئی حد
لکھ کے پھر وصف سراپا ہوا حاصل مقصد
کم جو فرصت ہے تو مضمون کی بھی ہے کم آمد
کیا نتیجہ ہے جو پھر کیجیے کچھ فکر و کد

خامشی اب جو بنے قفل دہن بہتر ہے
کچھ طوالت بھی ہوئی ختم سخن بہتر ہے

بھیجنا چاہیے روح شہ والا پہ سلام
کہ ہے بس ایک یہی صورت حسن انجام
کیجیے عرض یہ درگاہ خداوند انام
روز تا حشر بڑھے شوکت دین اسلام

جو عدو اسکا ہو وہ خواری و ذلت میں رہے
ہر مسلمان تیرے ظل حمایت میں رہے